اجتماعیت کی شیرازہ بندی

تاریخ عالم کی صالح ترین معیاری اجتماعیت

دوسرا باب

(از ڈاکٹر عبد القوی لقمان صاحب)

انسانی برادری نے تاریخ کے مختلف ادوار میں اجتماعی زندگی گذارنے کے لئے کئی گھروندے بنائے اور متنوع اور بوقلموں نقشوں پر ملی اور سماجی تعمیریں اٹھائیں۔ ہر عمارت میں حسنِ تکوین اور زیب منظر کی جدا جدا شان تھی۔ اور جماعتی تنظیم کے نئے نئے تجربوں کی آزمائش ہوئی لیکن سرد ارزمان نے ان کے عیوب اور خامیوں کو ننگا کر دیا۔ اور قدرت کی شان و شوکت کا پلستر جھڑتے ہی سب رخنے منظرِ عام پر آ گئے۔

اجتماعیت کا جو نقشہ تمام محاسن پر حاوی اور تمام خامیوں سے مبرا نکلا۔ وہ وہی تھا جسے محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے عرب کی بے آب وگیاہ زمین سے اٹھایا تھا۔ اور تاریخ کے دفاتر شہادت دے رہے ہیں کہ اس معیار کا جواب نہیں پیدا ہوا۔

(۱) اس اجتماعیت کے دروازے ساری انسانی برادری کے لئے کسی نسلی۔ لسانی، تمدنی یا معاشرتی تمیز کے بغیر کھلے تھے۔ عرب اور ایرانی، حبشی اور رومی سگے بھائیوں کی طرح باہم محبت و پیار سے رہتے تھے اور ان کے مجلسی اعمال یا سماجی طریقوں پر اونچ نیچ، بلند و پست یا شریف و رذیل کی پرچھائیں تک بھی پڑنے نہ پاتی تھی۔ اسلام کے ظہور سے پہلے قریشی عرب اپنی نسلی شرافت کے بارے میں کبر و نخوت کی عجیب و غریب مثالیں پیش کیا کرتے۔ اپنی بیٹیوں کو اس لئے پیدا ہوتے ہی زندہ دفن کر دیتے کہ کوئی ان کا داماد نہ بننے پائے اور فصیح و بلیغ قصیدوں میں اپنے بزرگوں کے

مناقب وفضائل اور مفاخر ومحاسن کے بارے میں مبالغہ واغراق کی تمام حدود سے تجاوز کرنا ان کا محبوب ترین مشغلہ تھا۔ اور اپنی قومی زبان آوری کا اس قدر غرور رکھتا کہ اپنے مقابلہ میں باقی دنیا کو عجمی (گونگے) کہہ کر پکارتے تھے۔ لیکن یہی قریشی عرب اسلام کی جماعتی روح میں سمٹ جانے کے بعد بلال جیسے حبشی النسل غلام اور غریب الوطن سلمان فارسی کے عقد میں اپنی جگرگوشہ لڑکیاں پیش کرتے ہوئے انتہائی طمانیت قلب اور روحانی فرحت وانبساط محسوس کرتے۔

(۲) ارکین جماعت کے باہمی نظم وضبط کا یہ حال تھا کہ ہر شخص اپنے دل و دماغ کی قابلیت یا جسمانی قوی کے اعتبار سے جماعتی نظام کے اندر جس منصب کے لائق تھا، اس کی ذمہ داری اسے سونپ دی گئی اور اس نے عمر بھر اپنی جسم وجان کی پوری قوت سے ہر ممکن طریق پر اسے نباہا۔ اقتدار اعلیٰ، آمر، امیر یا واجب الاطاعت لیڈر کا منصب اللہ کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا جنہوں نے وحی الٰہی کے تحت جماعت کا ڈھانچا بنایا۔ نظم وضبط اور اجتماعی ڈسپلن کا آئین سب کو سمجھایا اور عمل در آمد کرایا۔ اس دماغ کے تحت تقویٰ وطہارت کے پیکر حضرت ابوبکر اگر جماعت کا دل تھے، تو فراست سراپا اور سیاست وفقاہت کا مجسمہ حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان غنی ذی النورین جن کی دولت وثروت اسلام کے دور غربت میں جماعتی نظام چلانے اور اس کے اعضاء کو زندہ رکھنے کا واحد اہم ذریعہ تھی اور خود حلم وحیا اور قرابت داروں کے لئے شفقت وراحت کا نادر نمونہ تھے اور اسی طرح علم وعرفان اور قوت وشجاعت کے بطل جلیل حضرت علی کرم اللہ وجہہ، سب اس جسم کے اعضائے رئیسہ تھے جس کا نام قرن اول کی اسلامی جماعت ہے۔

تاریخ شاہد ہے کہ اس دور کے مسلمانوں نے انفرادی معاملات میں بے نفسی، صبر وشکر اور اجتماعیت کے لئے تن، من، دھن قربان کر دینے کی جو عملی اور واقعی مثالیں چھوڑی ہیں وہ دنیا میں اپنی نظیر نہیں رکھتیں۔

(۳) اشتراکی نظام

مکہ کے مظلوم مسلمانوں کی ایک جماعت اپنی قوم اور خون کے رشتوں کو تج کر، اپنے گھروں کے آرام و آسائش سے بے نیاز ہو کر، ماں باپ کی آغوش شفقت اور بہن بھائیوں کی محبت سے کنارہ کش ہو کر، سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر جماعت کی شیرازہ بندی کی خاطر مدینہ کو ہجرت کر گئی تو وہاں کے مسلمان ان کے انصار و مددگار بن گئے اور انہیں اپنے سر آنکھوں پر جگہ دی اور حقیقی بہن بھائیوں کی طرح اپنے گھروں کے آرام اور ساز و سامان معیشت میں، مال و املاک کی ملکیت میں، کھیتی باڑی اور تجارت میں برابر کا شریک کر لیا یہی نہیں بلکہ اگر ایک کا انتقال ہو جاتا تو حقیقی عزیزوں کی طرح دوسرا اس کا وارث بنتا۔ اگر کسی خاص انصاری کے عقد میں ایک سے زیادہ بیویاں تھیں تو اس نے انہیں طلاق دے کر غیر متاہل مہاجر بھائیوں کی زندگی میں شریک ہونے کی ضمیر کی پوری راحت کے ساتھ اجازت دے دی۔ انہوں نے اپنے سارے ماسبق رشتے بھلا دیئے تھے صرف ایک ہی رشتہ یعنی جماعت اسلام کی اخوت کی لگن باقی رہ گئی تھی۔ سب اللہ کے رسول کے فدائی تھے اور اسی کے جمال جہاں آرا پر اپنا سب کچھ نثار کر دیتے۔

تو نخل خوش ثمر کیستی کہ باغ و چمن ہمہ ز خویش بریدند و در تو پیوستند

یہ محیر العقول اشتراکیت فقط وقتی اور عارضی نہ تھی بلکہ ایسا مستقل آئین بنایا گیا جس میں محتاجوں اور بے کسوں کی نگرانی اجتماعی نظام نے اپنے ذمے لی اور امراء اور ذی حیثیت افراد سے لازمی ٹیکسوں کے ذریعے اسے پورا کیا۔ ہر فرد کو اس بات کا پورا موقع ملا کہ اپنے دل و دماغ کی قوتوں کو کام میں لا کر خوب دولت پیدا کرے۔ صنعت و حرفت میں تجارت و زراعت میں زیادہ سے زیادہ ترقی کرے لیکن ایسے مالی نظام کو رائج کیا جس کی بدولت دولت چلتی پھرتی، افراد میں بٹتی اور تقسیم ہوتی رہتی اور ایک جگہ یا ایک طبقہ میں محصور رہ کر باقی اجتماعیت کے لئے بیکار نہ کر دی جاتی۔ اس اشتراکی نظام

کے تحت زندگی بسر کرتے ہوئے ہر فرد اپنی سعی و ذہانت کا پھل پا کر دل کے حوصلے نکال لیتا لیکن زندگی کی ضروریات اور سروسامان معیشت سے محروم کوئی بھی نہ ہوتا

(۱) مالی نظام

مالی نظام یا فینانشل سسٹم کے اہم نکات یہ ہیں۔

(۱) انفرادی زندگی کا معیار کھانے پینے کی ہر صاف ستھری اور پاکیزہ چیز اور خدا نے تبارک کی پیدا کی ہوئی تمام ایسی نعمتیں جو زیب و زینت اور آرام و آسائش کے کام آتی ہیں، میانہ روی کے ساتھ ان سے تمتع کرنے اور فائدہ اٹھانے کی اجازت دی گئی، لیکن انتہائی عیش و عشرت کی زندگی و رفاہیت بالغہ حرام اور ناجائز قرار دے دی گئی۔ اسراف یعنی بے اعتدال صرف بیجا، اور تبذیر یعنی بے محل خرچ، اور احتکار و اکتناز یعنی وسائل دولت کو محض جمع اور ذخیرہ کر چھوڑنا حرام قرار دے دیا۔ یہاں تک کہ مردوں کو سونے چاندی کے زیورات یا اطلاؤ دیبا و اطلس کے زرنگار لباس یا حریر کے نرم و نازک کپڑے ممنوع کر دیئے اور کھانے پینے میں سونے چاندی کے برتنوں کے استعمال سے روک دیا۔

(ب) سود کا لین دین جس سے امراء امیر تر اور غرباء روز بروز غریب تر ہوتے چلے جاتے ہیں بالکل ختم کر دیا۔

(ج) امراء اور ذی ثروت افراد کے اندوختہ پر زکوٰۃ اور کمانے والوں کی آمد پر عشر کے ٹیکس کے علاوہ عام غرباء نوازی اور نوع پروری کو وقت کا فیشن اور اجتماعی رواج بنا دیا۔

(د) ترکہ کی ورثا میں تقسیم کو لازم قرار دے دیا تاکہ ہر شخص کی زندگی کا کمایا ہوا دولت کا انبار کئی حصوں میں اس کے مرتے ہی تقسیم ہو جائے۔ اس اشتراکی فضا میں مالیات کے ایسے نظام کے تحت نہ سرمایہ داری مفاسد کا پیدا ہونا ممکن اور نہ طبقاتی تقسیم اور گروہ بندی کا کسی طرح کا امکان ہے

(۵) مذہبی اعتبار سے خدائے واحد کی خالص عبودیت اور فطرت کے آئین و قوانین کے تحت

زندگی گذارنا سکھا کر، سمجھ میں نہ آنے والے وجہ بائی عقائد اور انسانوں کو باہم تقسیم کرنے والے اور ایک دوسرے سے نفرت دلانے والے رسم و رواج کی نفی کر کے ساری انسانی برادری کے لئے ایک مرکز پیدا کر دیا اور تمام اختلافی اور انشقاقی گروہ بندیاں ختم کر دیں۔

(۶) معاشرتی زندگی اور سماجی جیون کی بنیادیں ایسے طور طریقوں اور رسم و رواج پر رکھی گئیں کہ مفاد کے اختلاف پر جماعت بندی کی کوئی گنجائش باقی نہ رہی۔ نہ کوئی بھوکا اور بے کار رہا کہ بیکاروں اور بے زوروں کی انجمن بن سکے۔ تجارت پورے ناپ تول اور جائز منافع کے ایسے بے خطا گر پر چلی کہ نہ جمعیت سے اس کو شکایت نہ تاجروں کے ہاتھوں عوام نالاں۔ اس لئے نہ بیوپار منڈل بنانے کی ضرورت نہ ٹریڈ یونین یا شیر مارکیٹ اور سٹہ بازار۔ مزدوروں کا سماج میں درجہ برابر اور مزدوروں کا یہ حال کہ سرورِ کائنات نے حکم نافذ کر دیا کہ مزدور کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے اس کی مزدوری اس کے حوالے کر دو۔ اب لیبر یونین بنے تو کیوں اور کسان سبھا کس غرض سے قائم کی جائے؟ لیکن اگر جماعتی مفاد کی تنظیم یا بین الاجتماعی افہام و تفہیم کی خاطر ایسی جماعتیں قائم ہوں گی بھی تو ان کی حیثیت ریل گاڑی کے ڈبوں جیسی ہوگی جو اگرچہ اندرونی کیفیت اور بیرونی رنگ و روغن میں مختلف ہوں اور ان پر جدا جدا عنوان لکھے ہوں لیکن ایک ہی انجن کے پیچھے، ایک ہی پٹری پر اور ایک ہی منزل کو جا رہے ہوتے ہیں۔

(۷) بہیمی طاقت، مادی اسباب یا سرمایہ داری آمویت کے بارے میں اس جماعت کی تاریخی حیثیت پر غور کیجئے۔ اللہ کے رسول نے جماعتی تنظیم کا کام ایسے حالات میں شروع کیا جو مادی اسباب کے فقدان، مال و املاک کی کمی، حرب و ضرب کے ہر قسم کے سامان سے محرومی، عام ضروریات زندگی تک کی نایابی بے کسی اور ناداری کی انتہائی مثال ہے۔ رسول اللہ یتیمی کی حالت میں پیدا ہوئے اور کسی بڑے امیر اور صاحب ثروت گھرانے میں نہیں، نہ انہیں کسی بنک یا سرمایہ داری نظام کی پشت پناہی حاصل تھی۔ نہ ان کے زیر کمان کوئی طاقت ور مسلح جتھہ موجود کہ ان اسباب سے اپنی حکومت یا آمریت قائم کر لیتے

بلکہ اسلام کے اجتماعی نظام کی سب اجتماعی نظاموں پر فوقیت کی سب سے بڑی دلیل یہی ہے۔ کہ ساز و سامان کے اعتبار سے زیادہ سے زیادہ ناموافق حالات میں جنم لے کر، فقط اپنی اندرونی اور معنوی خوبیوں اور صلاحیتوں کے باعث، اپنی نافعیت اور نوع پروری کی بے پناہ طاقت کے زور سے یہ ایک ننھے سے بیج سے پھوٹنے والے ناتواں پودے کی طرح عالم وجود میں آیا، اور موسم کی خشک سالی، مخالفت کی باد سموم اور دشمنی و عناد کے ہیبت ناک طوفانوں اور جھکڑوں کا وقار سے مقابلہ کرتے کرتے ایسا تناور درخت بن گیا جس پر حیرت و استعجاب کا جس قدر اظہار کیا جائے کم ہے۔ اور پھر اس درخت نے ایسے میٹھے، خوش ذائقہ اور حیات بخش پھل پیدا کئے جس کی نظیر کہیں اور نہیں ملتی۔

اس جماعت نے سچائی کے سہارے پر بے سروسامانی میں سامان پیدا کیا اور ضعیف ترین افراد کو ایسے صالح نظام کی قوت بخشی، اور صبر و ثبات کے ساتھ سچائی پر مرمٹنے کا ایسا جذبہ پیدا کیا۔ کہ شہر بدر ہونے کے چند برس بعد میدان بدر میں ۳۱۳ کی قلیل اور بے سروسامان جماعت نے ہزاروں کی مسلح فوج سے ٹکر لے لی اور اس کی طاقت اور غرور و نخوت کا سر توڑ کر رکھ دیا۔ اس دیباچہ کے بعد فتح و اقبال کی فصلیں یکے بعد دیگرے سامنے آتی گئیں اور تئیس برس کی مختصر مدت میں اس اجتماعی نظام کے محاسن فقط جزیرۃ العرب ہی پر ابر رحمت کی طرح نہیں پھیلے اور برسے بلکہ رومی شاہنشاہیت کی آمرانہ کشورکشائی کا تیندوا بھی ان کے سامنے سے ہمہ گیر پاؤں زخمی حالت میں سکڑنے پر مجبور ہو گیا۔

اجتماعیت کے اس نظام کا نقشہ اجو انسانوں کے چھوٹے سے چھوٹے گھرانے سے لیکر محلہ دار، شہری، صوبائی، ملکی یا بین الاقوامی نظام بنانے، سنوارنے، افراد اور جماعتوں کے جھگڑے چکانے، حکومت اور اجتماعیت چلانے کے لئے بہترین سیرت اور کیرکٹر پیدا کرنے کی بہترین صلاحیت رکھتا ہے اور جس سے ہر اعتقاد کا لیڈر یا کارکن چننے اور پرکھنے کا معیار بنتا ہے آئندہ اوراق میں ملاحظہ کیجئے